فنِ سیرت نگاری اور علامہ ابن کثیرؒ کا اسلوب

(Art of Writing Sīrah and mode of Allama Ibn-e-Kasīr)

* ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری

** محمد وقاص

ABSTRACT

The last book written according to the point of view on seerat-un-nabvi (saw) is of Allama ibn-e-kathir's seerat-un-nabvi. Allama ibn-e-kathir was a great muhaddis, mufassir and historian of his age. His tafseer "tafseer ibn-e-kathir" has a prominent place in the knowledge of tafseer. Likewise in history he has a fomous book al-bidaya-wl-nihaya in fact he wrote a book as seerah al nabviyyah consisting of four volumes then ge converted and completed in a whole book of history that is known as al-bidaya-wl-nihayh.(the beginning and the end)

When Allama started compiling his book on seerat, he has all Origin of the early age. He collected in his book all those Ahadees and Rivayas that he considered authentic and reliable.

In the last he narrated prophet (saw) habits and manners. He was a great scholar and faqeeh his book has a lot about fiqhiyyat-e-seerat, having a large scope.

There are a number of paces in his book where he has discovered orders and lesson from various ahadees that is proof of his being expert in tafseer, hadees, fiqah and seerah.

Key Words: *Seerat, abn-e-kathir, paces, prophet, scope.*

سیرت رسول ﷺ جمع ہو کر مختلف مراحل سے گزرتی رہی۔ ہر مرحلہ میں موضوعِ سیرت میں ایسے جانثاروں کی جماعت ظاہر ہوتی رہی جنہوں نے اپنی جانیں اس جستجو میں کھپادیں۔ پہلی صدی ہجری میں تمام مسلمانوں کا مطمحِ نظر صرف اور صرف سیرت رسول ﷺ رہی۔ اور اس کی احادیث تابعینؒ نے جمع کرنی شروع کر دی تھیں۔ جن میں سر فہرست حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (متوفی 94ھ)، پھر اس کے بعد امام زہری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 124ھ)، ان کے بعد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 151ھ) آئے اور انہوں نے سیرت کے باب میں ایک تاریخی کارنامہ سر انجام دیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد واقدی رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ آئے جنہوں نے مغازی کے باب میں اپنے جھنڈے گاڑھ دیے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

** پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ابن اسحاق اور واقدی رحمۃ اللہ علیہما کی سیرت نگاری نے مختلف مراحل میں نئے تجربات کو جنم دیا، جس میں نئے موضوعات کو زیر بحث لاناتھا ۔ان نئے موضوعات میں سب سے انوکھاکارنامہ نبوت کے دلائل کولاناتھا۔اس میدان کے شہسوار الحافظ المشرقی ابو بکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی 458ھ)تھے،جو کہ "دلائل النبوة ومعرفة احوال الشريعة" کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب صرف دلائل کے متعلق نہیں جیسا کہ نام سے سمجھ میں آرہاہے بلکہ مغازی اور سیرت کے تمام مضامین کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ علمائے کرام کی ایک جماعت منظر عام پر آئی جس نے انفرادی طور پر احادیث کے مختلف پہلوؤں کو اپنا موضوع بنایا، جیسے ابو نعیم اصبہانی،امام بغوی اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔اسی طرح اندلس میں بھی مختلف تالیفات سامنے آئیں جو مختلف علمائے کرام کی طرف سے پیش کی گئی تھیں۔ان کتب میں سیرت کو تاریخ کے اعتبار سے یا تاریخ کے کسی خاص حصہ کو اپنا موضوع تصنیف بنایا گیا تھا۔مثال کے طور پر ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی "جوامع السيرة"،ابن عبد البرؒ کی "الدرر"اور قاضی عیاضؒ کی "الشفاء"وغیرہ۔

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ہی مشرقی علمائے کرام جیسے امام بیہقی،امام بغوی اور امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہم اور مغربی علمائے کرام جیسے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المقری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی تصنیفات منظر عام پر آئیں۔

آٹھویں صدی ہجری میں محققین اور انسائیکلوپیڈیا طرز کے لکھنے والے علماء کرام کی جماعت منصہ شہود پر آئی۔ جیسے علامہ ذہبی،ابن القیم اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔ ان حضرات نے اپنی علمی استعداد اور قوت کی بنیاد پر اپنے آپ کو سب سے منفرد مقام پر لا کھڑا کیا۔ ان کے حدیث کے والہانہ شغف نے ان کو دوسروں سے ممتاز بنا دیا۔ احادیث کو مختلف زاویوں سے لکھنا، سمجھنا، پرکھنا اور حافظہ کی قوت، یہ سب وہ عوامل تھے جنہوں نے ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ صرف جمع وتدوین کی بجائے عام مجموعہ روایات کی چھان بین کرکے سیرت کا صحیح مجموعہ تیار کریں۔

ان واقعات کے اندر محقق کی نظر ضرور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی اس محنت پر پڑتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "البداية والنہاية" میں کی۔ ہمیں نظر آتا ہے کہ انہوں نے احادیث کو ان کے اصلی مصادر سے لیا۔ پھر ان کی اسناد کی چھان بین کی اور تمام گذشتہ علماء کی محنت کے بقدر محنت سے کام لیا۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک گمنام فقیہ نہ تھے اور نہ ہی غیر مشہور مؤرخ اور نہ ہی وہ کمزور ارادہ کے مالک تھے بلکہ وہ ہمارے سامنے ایک ایسے عالم بن کر ظاہر ہوئے جنہوں نے مختلف علوم کو اپنی ذات میں جمع کر لیا تھا۔ان کی بہت ساری کتابیں مشہور ہوئیں۔ جن میں سب سے زیادہ ان کی تفسیر "تفسير ابن كثير"اور تاریخ کی کتاب" البداية

والنہایہ "اب تک مشہور و معروف چلی آ رہی ہیں۔ جیسے پہلے بہت سے علماء ان کی زندگی کے بارے میں لکھتے چلے آرہے ہیں اور یہی چیز آج تک ہمیں ان کے بارے میں لکھنے پر ابھار رہی ہے۔

علامہ ابن کثیر کا تعارف

آپ کا نام اسماعیل، کنیت ابو الفداء اور لقب عماد الدین ہے۔ آپ ابن کثیر کے عرفی نام سے مشہور تھے۔ آپ کا سلسہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

> اسماعيل بن عمر بن كثير بن ضوء بن كثير بن ضوء بن درع ،الحافظ عماد الدين ابو الفداء ابن الخطيب شهاب الدين ابى حفص القرشى البصروى الدمشقى الشافعى ۔[1]

امام ابن کثیر نسباً قریشی تھے ۔ آپ قبیلہ قریش کے خاندان بنو حصلہ سے تعلق رکھتے تھے یہ خاندان علم و فضل اور شرافت و دیانت میں بہت شہرت رکھتا تھا۔ حسب و نسب کے اعتبار سے بھی اس خاندان کو ممتاز مقام حاصل تھا۔

علامہ ابن کثیر کے والد گرامی خطیب شہاب الدین 640ھ میں مغربی بصری اور اذرعات کے درمیان شرکوین نامی بستی میں پیدا ہوئے [2]۔ علامہ ابن کثیر کے والد اپنے زمانے کے صف اول کے علماء اور خطیبوں میں شمار ہوتے تھے۔ شعراء کے اکثر دیوان انہیں ازبر تھے۔ تقوی، دینداری اور علم و فضل میں وہ اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔

> كان خطيبا فصيحا يقول الشعر ويعرف فنونه وكان الناس يستمعون اليه ويلتفون حوله۔[3]
>
> ترجمہ: "وہ ایک فصیح خطیب تھے۔ شعر کہتے تھے اور اس کے فن سے آشنا تھے۔ لوگ ان کی شعر وشاعری سنتے تھے اور ان کے گرد جمع رہتے تھے"

علامہ ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں پیدا ہوئے، آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مؤرخین نے آپ کا سن ولادت 700ھ بتایا ہے [4]۔ علامہ شمس الدین ذہبی کا بیان ہے:

> "ولد بعد السبعمائة وما فيها" [5]
>
> ترجمہ: "آپ 700ھ کے بعد یا اس کے دوران پیدا ہوئے۔"

علامہ ابن کثیر نے جمال الدین ابو الحجاج عبد الرحمان المزی کی بیٹی سے شادی کی جو علمی خاندان سے تعلق کی بناء پر اعلی تعلیم یافتہ تھیں اور کتاب اللہ کی حافظہ تھیں [6] ۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب "البداية والنهاية" میں اپنے سسر حافظ مزیؒ کی وفات کا واقعہ اپنی بیوی سے روایت کیا ہے [7]۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی زیادہ تر توجہ فقہ، حدیث اور علوم سنت کی طرف تھی کیونکہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے دور میں ان ہی علوم پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی، اور اس میدان میں آپ کے اساتذہ بہت زیادہ ہیں۔ امام ابن کثیرؒ نے فقہ شیخ برھان الدین ابراہیم بن عبد الرحمن الخزاری جو کہ ابن فرکاح کے نام سے معروف ہیں سے حاصل کی جن کی وفات سن 729 ہجری میں ہوئی۔ اور دمشق میں آپ نے درجہ ذیل اساتذہ کرام سے حدیث کا سماع کیا: عیسی بن مطعم، احمد بن ابی طالب المعمر جو کہ ابن شحنہ کے نام سے معروف ہیں (730ھ)، قاسم ابن عساکر رحمہ اللہ، ابن شیر ازی، اسحق بن آمدی، محمد بن زراد اور شیخ جمال یوسف بن المزکی المزی کی خدمت میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک لمبا عرصہ گزارا ہے۔ یہ وہی امام مزی رحمہ اللہ (742ھ) ہیں جو تہذیب الکمال کے مصنف ہیں، امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان سے بہت سارے علوم حاصل کیے، احادیث کی تخریج بھی کی اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی شادی بھی امام مزی کی صاحبزادی سے ہوئی[8]۔

علامہ ابن کثیر کی سیرت نگاری

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ عربی ادب اور عربی تہذیب و ثقافت میں اعلی حیثیت و مقام کے حامل ہیں لیکن امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا اسلوب اور تحریر و تصنیف کا اسلوب اپنے زمانے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتا ہے، مثلاً مقفی مسجع عبارتوں کو بطور ترجیح ذکر کرنا بنسبت غیر مقفی و مسجع عبارتوں کے، اپنے زمانہ کے اس طرز تحریر کا اعتبار کرتے ہوئے بسا اوقات ایسی عبارات بھی لے آتے ہیں جو امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے مقام و مرتبہ اور عظمت شان کے لائق و مناسب نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ ان ادباء میں سے نہیں ہیں جو مقفی و مسجع عبارات لانے کی ضرورت اور حد سے زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور اسلوب تحریر اور انداز بیان میں عبارات کے بناؤ سنگھار اور محسنات بدیعیہ کے استعمال میں غلو اور مبالغہ سے کام لیتے ہیں لیکن اس کے باوجود تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا انداز بیان اور اسلوب تحریر نہایت جاندار اور شاندار ہوتا ہے اور مقتضی حال و مقام کے مناسب عبارات ذکر کرتے ہیں در حقیقت امام ابن کثیر رحمہ اللہ ایک بے مثال اور علوم عربیت اور علوم شرعیہ میں ایک مایہ ناز امام کی حیثیت رکھتے ہیں علم تفسیر میں ایک باکمال مفسر سے کم حیثیت نہیں ہے علم فقہ اور علم تفسیر میں شان اجتہاد کے حامل ہیں۔ یہ ایسے ادیب نہیں ہیں کہ جو اپنی ساری قوت اس بات میں صرف کر دیتے ہیں کہ ایک ہی بات کو مختلف انداز اور اسلوب میں ڈھالا جائے جیسا کہ عموماً کم علم اور کم فہم ادباء اور مقالہ نگار اس بات کی حد درجہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کی عبارات مقفی و مسجع عبارتوں سے بھری ہوئی ہوں اور خواہ مخواہ ایک ہی بات کو انداز بدل کر صفحات سیاہ کرنے کی کوشش کرنا اور جگہ جگہ علوم بلاغت میں سے فنون غیر مقصودہ کو اور ان کی اصطلاحات کو ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا غرض یہ کہ ان لوگوں کا مقصد قاری کو کوئی

فائدہ پہنچانا یا اس کو کسی علمی اور شرعی زیور سے آراستہ کرنے کی بجائے صرف اور صرف اپنی ادبیات کا قاری پر رنگ چڑھانا اور اس پر دھاک بیٹھانا مقصود ہوتا ہے[9]۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تصنیف السیرة النبویة ﷺ کو ہم گہری نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی خصوصیات میں غور و فکر کرتے ہیں اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے اس کتاب میں انداز اور طرز تحریر سے بحث کرتے ہیں تو یہ درج ذیل امور سامنے آتے ہیں:

1. **اسناد کا اہتمام**

علامہ ابن کثیر نے معروف سیرت نگاروں مثلاً: ابن اسحاق، ابن ہشام، سہیلی اور طبری سے اپنی کتاب "السیرة النبویة " کا خاکہ اخذ کیا ہے اور ان کے طریقہ کار پر عمل پیرا ہوئے ہیں اور اکثر روایات موسیٰ بن عقبہ، ابو نعیم الاصبہانی اور امام بیہقی سے اخذ کی ہیں لیکن آپ نے صرف سیرت نگاروں کی مرویات پر ہی اکتفاء نہیں گیا بلکہ سیرت کے سلسلے میں اس تمام مواد کو جمع کیا ہے جسے محدثین نے بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں خصوصاً امام بخاری، امام مسلم اور امام احمد بن حنبل سے گہرا تاثر قبول کیا ہے۔ علامہ ابن کثیر خود بھی بنیادی طور پر محدث ہیں اس لیے ان کی سیرت نگاری میں یہی رنگ غالب ہے۔ آپ نے اپنی سیرت میں محدثانہ اصولوں کو اپناتے ہوئے روایات کے ساتھ سلسلہ سند کا اہتمام بھی کیا ہے۔

2. **جرح و تعدیل**

علامہ ابن کثیر نے اس کتاب میں روایت، سلسلہ سند اور بعض اوقات متن کی تنقیدی بحث و تحقیق اور احادیث و روایات کی صحت و ضعف اور استناد و اعتبار کا درجہ بیان کرنے کا بھی اہتمام والتزام کیا ہے۔[10] مثلاً: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ کے قریب "غدیر خم" کے مقام پر جو خطبہ دیا اس کی دلالت میں امام احمد بن حنبل کی ایک روایت کی توثیق میں امام نسائی کی روایت بیان کرتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں:

وهذا اسناد جيد قوى رجاله كلهم ثقات ۔[11]

ترجمہ: "اور اس حدیث کی اسناد بہت قوی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔"

اسی طرح علامہ ابن جریر طبری کی روایت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وهذا حديث غريب ،بل منكر واسناده ضعيف قال البخارى فى جميل بن عمارة هذا فيه نظر ۔[12]

ترجمہ: "یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔ بخاری نے جمیل بن عمارہ کے بارے میں کہا ہے کہ اس میں کلام ہے۔"

اسی طرح علامہ ابن کثیر متن حدیث پر بھی حسب ضرورت جرح کرتے ہیں۔ مثلا: فصل:"في تجديد قريش بناء الكعبة قبل المبعث بخمس سنين"میں روایت بیان کرنے کے بعد علامہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا أَبُو عبد الله الصفار، حدثنا أَحْمد ابْن مِهْرَانَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْن عَمْرٍو.قَالَ: كَانَ الْبَيْتُ قَبْلَ الْأَرْضِ بِأَلْفَيْ سنة، " وَإِذا الارض مدت ". قَالَ: من تَحْتَهُ مدت.قَالَ: وَقد تَابعه مَنْصُور عَن مُجَاهِد.[13]

ترجمہ:"حافظ بیہقی ابو عبد اللہ الحافظ سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابو عبد اللہ الصفار سے اور وہ احمد بن مہران سے اور وہ عبید اللہ سے اور وہ اسرائیل سے اور وہ ابو یحیی سے اور وہ مجاہد سے اور وہ عبد اللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ زمین کی تخلیق سے دوہزار قبل موجود تھا۔" وَإِذا الارض مدت [14]" یعنی زمین اس کے نیچے سے پھیلائی جائے گی۔امام بیہقی کہتے ہیں کہ ابو یحیی کی منصور نے مجاہد سے متابعت کی ہے۔"

علامہ ابن کثیر اس روایت پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

وَهَذَا غَرِيبٌ جِدًّا، وكَأَنَّهُ مِنَ الزَّامِلَتَيْنِ اللَّتَيْنِ أَصَابَهُمَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَ اليرموك، وَكَانَ فيهمَا إسرائيليات يحدث مِنْهَا، وَفِيهِمَا مُنْكَرَاتٌ وَغَرَائِبُ۔[15]

ترجمہ:"یہ حدیث نہایت غریب ہے گویا یہ روایت کتابوں کی ان دو گھڑیوں میں سے ہے جنگ یرموک میں عبد اللہ بن عمرو کو دستیاب ہوئی تھیں یہ اسرائیلی روایات کا پلندہ تھیں۔عبد اللہ بن عمرو ان روایات میں سے بیان کرتے تھے اور اس میں منکر اور عجیب وغریب روایات تھیں۔"

اسی طرح فصل " في ذكر اول من اسلم ثم ذكر متقدمى الاسلام من الصحابة وغيرهم" میں علامہ ابن جریر کی ایک روایت ذکر کی ہے۔

أَخْبَرَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا كِنَانَةُ بْنُ جَبَلَةَ عَنْإِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: أَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَوَّلُكُمْ إِسْلَامًا؟ قَالَ: لَا، وَلَقَدْ أَسْلَمَ قَبْلَهُ أَكْثَرُ مِنْ خَمْسِينَ، وَلَكِنْ كَانَ أَفْضَلَنَا إِسْلَامًا.[16]

ترجمہ:"ابن حمید نے ہمیں بتایا کہ ہم سے کنانہ بن جبلہ نے روایت کیا ہے اور ان سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا ہے اور ان سے حجاج اور ان سے سالم بن جعد اور ان سے محمد بن سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت سعد سے دریافت کیا کہ آیا ابو بکر اولین

مسلمان تھے؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ ان سے قبل پچاس افراد سے زائد مسلمان ہو چکے تھے البتہ وہ ان سے اسلام لانے میں افضل ہیں۔"

علامہ ابن کثیر یہ روایت نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

فَإِنَّهُ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ إِسْنَادًا وَمَتْنًا۔[17]

ترجمہ: "یہ حدیث متن اور سند دونوں طرح سے منکر ہے۔"

علامہ ابن کثیر کے اس قسم کے طرز و تحریر سے قارئین کے لیے روایت کے معیار کا اندازہ لگانا بہت آسان ہے۔ اسی وجہ سے سیرت ابن کثیر دوسری کتابوں سے بہت ممتاز ہے۔

3. قرآنی آیات سے استشہاد

علامہ ابن کثیر واقعات بیان کرتے ہوئے حسب موقع قرآنی آیات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً: "كتاب سيرة رسول الله ﷺ "کا آغاز اس آیت سے کرتے ہیں[18] :

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ۔[19]

ترجمہ: "اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ رسالت کے لیے کس کو منتخب کرے۔"

اسی طرح کعبہ کی مرمت و تجدید کی فصل کے شروع میں یہ آیت پیش کرتے ہیں[20] :

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۔ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔[21]

ترجمہ: "بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں کعبہ ہے برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کے لیے ہدایت والا ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس گھر کا حج کرنا"

یعنی اس شخص کے ذمہ ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہیں۔ اسی طرح فصل "هجرة رسول الله ﷺ "کے آغاز میں یہ آیت بیان کرتے ہیں[22]:

وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا۔[23]

ترجمہ: "اور (اے محمد) تم یوں دعا کرو کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچا دیں اور خوبی کے ساتھ لے جائیں اور مجھے اپنی طرف سے ایسا غلبہ عطا فرمائیں جس کے ساتھ نصرت ہو"

4. **اشعار سے استشہاد**

علامہ ابن کثیر نے "السيرة النبويه" میں اکثر واقعات میں حسب موقع اشعار پیش کیے ہیں۔ لیکن ابن ہشام کی طرح تمام مرویات میں شعر نہیں لاتے بلکہ بعض اشعار کو تو مختصر بھی کر دیتے ہیں۔ مثلا: غزوۃ الابواء کے سلسلہ میں حضرت ابو بکر کا قصیدہ اور اس کے جواب میں عبد اللہ بن زبعری کا قصیدہ نامکمل نقل کیا ہے[24]۔ اور بعض مقامات پر علامہ ابن کثیر طویل قصائد بھی نقل کرتے ہیں۔ جس طرح حضرت ابو طالب کا طویل قصیدہ بھی آپ نے نقل کیا ہے[25]۔

5. **تلخیص اور منقولات بالمعنی**

علامہ ابن کثیر کے منہج کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ عام طور پر احادیث کے علاوہ سیر و مغازی اور تاریخ کے مواد میں نقل لفظی سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے سامنے ایک واقعہ سے متعلق تمام کو رکھ کر اختصار و تلخیص، حذف واضافہ، زیادتی و کمی اور تقدیم و تاخیر سے کام لیتے ہوئے ان کو اپنی زبان میں ایک سیاق میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں[26]۔ اسی لیے عموما ان کی اخذ کردہ روایت ان کے مآخذ سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلا: امام بخاری کی حدیثیں جنہیں وہ "قال البخاری" کہہ کر نقل کرتے ہیں تو وہ حرف بحرف صحیح بخاری کے اس نسخے سے نہیں ملتیں جو اس وقت متداول ہے۔ یہی حال ابن روایات کا ہے جو وہ صحیح مسلم، مسند احمد، تاریخ طبری، دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، دلائل النبوۃ للبیہقی، الروض الانف اور الشفاء للقاضی عیاض وغیرہ سے اخذ کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

1. علامہ ابن کثیر رسول اللہ ﷺ کے نسب مبارک میں آپ ﷺ کے جد امجد ہاشم پر بحث کرتے ہوئے ابن جریر طبری کی یہ روایت نقل کرتے ہیں:

وَحَكَى ابْن جرير أنه كَانَ توأم أَخِيهِ عَبْدِ شَمْسٍ، وَأَنَّ هَاشِمًا خَرَجَ وَرِجْلُهُ مُلْتَصِقَةٌ بِرَأْسِ عَبْدِ شَمْسٍ،فَمَا تَخَلَّصَتْ حَتَّى سَالَ بَيْنَهُمَا دَمٌ، فَقَالَ النَّاسُ: بِذَلِكَ يَكُونُ بَيْنَ أَوْلَادِهِمَا حُرُوبٌ۔[27]

جب کہ تاریخ ابن جریر کی اصل عبارت اس طرح سے ہے:

ان عبد شمس وهاشما توأمان، وإن أحدهما ولد قبل صاحبه، وإصبع له ملتصقة بجبهة صاحبه، فنحيت عنها فسال من ذلك دم، فتطير من ذلك، فقيل: تكون بينهما دماء[28]

2. یونس بن بکیر کے حوالے سے ابن اسحاق کی روایت بیان کرتے ہیں جس میں زید بن عمرو بن نفیل کا یہ قول نقل کیا گیاہے:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ وَالَّذِي نَفْسُ زَيْدٍ بِيَدِهِ مَا أَصْبَحَ أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى دِينِ إِبْرَاهِيمَ غَيْرِي.ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي لَوْ أَعْلَمُ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيْكَ عَبَدْتُكَ بِهِ،وَلَكِنِّي لَا أَعْلَمُ.ثُمَّ يَسْجُدُ عَلَى رَاحِلَتِهِ.[29]

یہی روایت سیرۃ ابن ہشام میں اس طرح بیان کی گئی ہے :

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، وَالَّذِي نَفْسُ زَيْدِ ابْن عَمْرٍو بِيَدِهِ، مَا أَصْبَحَ مِنْكُمْ أَحَدٌ عَلَى دِينِ إبْرَاهِيمَ غَيْرِي، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهمّ لَوْ أَنّي أَعْلَمُ أَيَّ الْوُجُوهِ أَحَبُّ إلَيْكَ عَبَدْتُكَ بِهِ، وَلَكِنّي لَا أَعْلَمُهُ، ثُمَّ يَسْجُدُ عَلَى رَاحَتِهِ.[30]

علامہ ابن کثیر قاضی عیاض کے حوالے سے ولادت رسول ﷺ کے بیان میں شفاء ام عبد الرحمان بن عوف کی یہ روایت نقل کرتے ہیں:

وَذَكَرَ الْقَاضِي عِيَاضٌ عَنِ الشِّفَاءِ أُمِّ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهَا كَانَتْ قَابِلَتَهُ، وَأَنَّهَا أَخْبَرَتْ بِهِ حِينَ سَقَطَ عَلَى يَدَيْهَا وَاسْتَهَلَّ سَمِعَتْ قَائِلًا يَقُولُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ.وَإِنَّهُ سَطَعَ مِنْهُ نُورٌ رُئِيَتْ مِنْهُ قُصُورُ الرُّومِ.[31]

جبکہ قاضی عیاض کی "الشفاء في تعريف حقوق المصطفى" میں یہ روایت اس طرح بیان کی گئی ہے:

وقول الشفا أم عبد الرحمن بن عوف: لما سقط ﷺ على يدى وَاسْتَهَلَّ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ رَحِمَكَ اللَّه وَأَضَاءَ لِي مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى قُصُورِ الرُّوم.[32]

اس طرح بے شمار ایسی جگہیں ہیں جن میں علامہ ابن کثیر کی نقل کردہ عبارت اور حکایت اس حوالہ سے میل مطابقت نہیں رکھتی جس سے وہ نقل کی گئی ہے۔

علامہ ابن کثیر کی منقولات اور ان کے مآخذ میں اختلاف کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں۔

1. آپ قوی حافظہ کے مالک تھے اس لیے آپ نے متداول تحریر کو نقل کرنے کے بجائے اپنے حافظہ پر اعتماد کیا اور اخذ کردہ روایات وواقعات کو مکمل خود اعتمادی کے ساتھ اپنے معنی ومفہوم میں بیان کیاہے۔
2. جن کتب کو آپ نے اپنا ماخذ بنایاہے ان کے کئی نسخے ہوں گے لہٰذا ان کے باہمی اختلاف سے بھی علامہ ابن کثیر کی منقولہ عبارتوں میں اختلاف ہو سکتاہے۔
3. علامہ ابن کثیر کے سامنے سیرت کا جو مواد تھا اس سب کو "السيرة النبوية" میں ضم کرنا ناممکن تھا۔لہٰذا مسلسل اور مربوط سیرت نگاری کے لیے تلخیص اور اختصار ان کا ایک مستحسن اور مطلوب قدم تھا۔

6. **مصادر و مراجع کی نشاندہی**

علامہ ابن کثیر روایات میں بوقت ضرورت اضافی معلومات اور اختلافی نکات کو نمایاں کرنے کے لیے اکثر مؤلفین کے نام اور بعض اوقات ان کی کتابوں کے حوالے دیتے ہیں جن کو علامہ نے اپنی کتاب کا مرجع بنایا ہے۔اس طریقہ کار کے ضمنی فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ محققین کے لیے ان مصادر سے براہ راست مستفیض ہونے میں سہولت ہو جاتی ہے۔اور دوسرا یہ کہ سابقہ مصنفین کی پیش قیمت آراء اور انکی بہت سی ایسی کتابیں جو اب نایاب ہیں ان کے نام اور ان کے اقتباسات کے نمونے قارئین کے سامنے آجاتے ہیں۔

7. **مصادر کی تعریف و توصیف اور تنقید**

علامہ ابن کثیر کے منہج کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے سیرت کے کسی مصدر کو آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کیا بلکہ اپنے علم و بصیرت کی روشنی میں سیاق و سباق کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے معلومات اور اقتباسات اخذ کیے ہیں اور بوقت ضرورت ان پر کلام کیا ہے۔ حسب موقع داد و تحسین سے کام لیا ہے اور بھول چوک، مغالطہ اور غلط رائے پر سکوت اختیار نہیں کیا بلکہ متقدمین کی علمیت اور عظمت و شان کا لحاظ رکھ کر ان پر خوب گرفت کی ہے۔ چنانچہ انکی "سیرت نبویہ " میں کوئی ایسا اہم مصدر نہیں ہے جس کی بوقت ضرورت انہوں نے تنقید، تصحیح یا اس پر استدراک نہ کیا ہو۔

8. **فقہی مسائل کا استنباط:**

علامہ ابن کثیر اپنی کتاب "السیرۃ النبویہ " میں بعض مقامات پر ضمناً فقہی مسائل پر بحث کرتے ہیں اور اصول و فروع فقہ کی کتابوں کے حوالے سے ناگزیر معلومات فراہم کرتے ہیں۔سیرت نگاری میں امام صاحب کا یہ منفرد انداز ہے۔مثلاً: علامہ نماز ظہر میں تاخیر کے مسئلہ پر یہ روایت بیان کرتے ہیں:

> وَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَان وَابْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِدَّةَ الرَّمْضَاءِ فَمَا أَشْكَانَا.يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ.وَقَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ: فَلَمْ يُشْكِنَا.وَقَالَ أَيْضًا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ وَهْبٍ يَقُول: سَمِعت خبابا يَقُول: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا.قَالَ شُعْبَةُ: يَعْنِي فِي الظهيرة.وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّ الرَّمْضَاءِ.- زَادَ الْبَيْهَقِيُّ: فِي وُجُوهِنَا وَأَكُفِّنَا - فَلَمْ يُشْكِنَا.وَفِي رِوَايَةٍ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ فِي الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا.وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ

الطَّنَافِسِيّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ الْعَبْدِيِّ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّ الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا.[33]

اس ساری روایت کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن کثیر اس پر تبصرہ کرتے ہیں:

وَالَّذِي يَقَعُ لِي، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ مُخْتَصَرٌ مِنَ الْأَوَّلِ، وَهُوَ أَنَّهُمْ شَكَوْا إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْقَوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ التَّعْذِيبِ بِحَرِّ الرَّمْضَاءِ، وَأَنَّهُمْ يَسْحَبُونَهُمْ عَلَى وُجُوهِهِمْ فَيَتَّقُونَ بِأَكُفِّهِمْ، وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ أَنْوَاعِ الْعَذَابِ كَمَا تَقَدَّمَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ وَغَيْرِهِ، وَسَأَلُوا مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْعُوَ اللَّهَ لَهُمْ عَلَى الْمُشْرِكِينَ، أَوْيَسْتَنْصِرَ عَلَيْهِمْ، فَوَعَدَهُمْ ذَلِكَ وَلَمْ يُنْجِزْهُ لَهُمْ فِي الْحَالَةِ الرَّاهِنَةِ، وَأَخْبَرَهُمْ عَمَّنْ كَانَ قَبْلَهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَلْقَوْنَ مِنَ الْعَذَابِ مَا هُوَ أَشَدُّ مِمَّا أَصَابَهُمْ وَلَا يَصْرِفُهُمْ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِمْ، وَيُبَشِّرُهُمْ أَنَّ اللَّهَ سَيُتِمُّ هَذَا الْأَمْرَ ويظهره ويعلنه، وَيَنْشُرُهُ وَيَنْصُرُهُ فِي الْأَقَالِيمِ وَالْآفَاقِ، حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا الله عزوجل وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ .وَلِهَذَا قَالَ: " شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّ الرَّمْضَاءِ فِي وُجُوهِنَا وَأَكُفِّنَا فَلَمْ يُشْكِنَا " أَيْ لَمْ يَدْعُ لَنَا فِي السَّاعَةِ الرَّاهِنَةِ.فَمَنِ اسْتَدَلَّ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَلَى عَدَمِ الْإِبْرَادِ، أَوْ عَلَى وُجُوبِ مُبَاشَرَةِ الْمُصَلِّي بِالْكَفِّ، كَمَا هُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ، فَفِيهِ نَظَرٌ.[34]

ترجمہ:"میرے خیال میں یہ امام مسلم ،نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ والی حدیث پہلی طویل حدیث کا اختصار ہے کہ نادار اور ناتواں مسلمان مشرکین کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے اور وہ انکو جلتی زمین پر گو نا گوں اذیت و تکلیف سے دوچار کرتے اور ان کو چہروں کے بل گھسیٹتے اور وہ اپنے ہاتھوں سے چہرہ کو بچاتے۔علاوہ ازیں متعدد مظالم و مصائب جھیلتے جو ابن اسحاق وغیرہ نے بیان کیے ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے التجاء کی کہ آپ مشرکین پر بددعا فرمائیں اور ان کے خلاف مدد و نصرت طلب فرمائیں تو آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا اور فوراان کی درخواست پر غور نہیں فرمایا اور ان کو گزشتہ ظلم رسیدہ لوگوں کے واقعات سے آگاہ فرمایا کہ وہ سخت ترین مظالم جھیلتے ہوئے بھی اسلام سے روگرداں نہ ہوتے تھے۔ نیز ان کو یہ بتایا کہ اللہ تعالی اسلام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔اس کو روئے زمین پر غالب اور ظاہر فرمائے گا اور جملہ اقالیم عالم میں اس کی نصرت و مدد فرما دے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا اسے اللہ تعالی کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا اور اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے سوا کوئی چوری کا اندیشہ نہ ہو گا۔ لیکن تم

لوگ ذرا عجلت اور جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔ان لوگوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو جھلستی ریت کے عذاب واذیت کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فورا دعانہ کی۔اس حدیث سے "نماز ظہر میں "عدم ابراد اور اول وقت پر استدلال لینا اور نمازی کا اپنی ہتھیلیوں کو زمین سے واجبا مس کرنے پر استدلال پکڑنا محل نظر ہے۔جیسا کہ امام شافعی سے ایک قول منقول ہے۔"

علامہ ابن کثیر چھ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فِيهَا نَزَلَ فَرْضُ الْحَجِّ، كَمَا قَرَّرَهُ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى " وَأَتِمُّوا الْحَج وَالْعمْرَة لله " وَلِهَذَا ذَهَبَ إِلَى أَنَّ الْحَجَّ عَلَى التَّرَاخِي لَا عَلَى الْفَوْرِ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحُجَّ إِلَّا فِي سَنَةِ عَشْرٍ.وَخَالَفَهُ الثَّلَاثَةُ مَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَحْمَدُ، فَعِنْدَهُمْ أَن الْحَج يحب عَلَى كُلِّ مَنِ اسْتَطَاعَهُ عَلَى الْفَوْرِ، وَمَنَعُوا أَنْ يَكُونَ الْوُجُوبُ مُسْتَفَادًا مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: " وَأَتمُّوا الْحَج وَالْعمْرَة لله " وَإِنَّمَا فِي هَذِهِ الْآيَةِ الْأَمْرُ بِالْإِتْمَامِ بَعْدَ الشُّرُوعِ فَقَطْ۔[35]

ترجمہ:"اس سن چھ ہجری میں حج کی فرضیت نازل ہوئی جیسا کہ امام شافعی نے اللہ تعالی کے قول "وَأَتِمُّوا الْحَج وَالْعمْرَة لله" کے بیان میں ذکر کیا ہے۔اس لیے امام شافعی کا خیال ہے کہ فورا واجب نہیں بلکہ اس میں تاخیر جائز ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ہجری میں حج ادا کیا ہے اور باقی ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک،امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہر استطاعت رکھنے والے پر فوراحج واجب ہے۔اور" وَأَتِمُّوا الْحَج وَالْعمْرَة لله[36]"سے حج کا فرض ہونا ثابت نہیں بلکہ اس سے مراد ہے کہ شروع کرنے کے بعد اس کی تکمیل ضروری امر ہے۔"

9. تکرار

علامہ ابن کثیر دیگر سیرت نگاروں کے برعکس سیرت کے موضوع پر زیادہ سے زیادہ مواد جمع کرنے کے شوق میں حدیث اور تاریخ وسیرت کی متعدد کتب سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ مصطفی عبد الواحد لکھتے ہیں۔

وَبِالْجُمْلَةِ فَإِن ابْن كثير يحرص على جمع كل مَا كتب فِي الْمَوْضُوع الذى يتَنَاوَلهُ،وَلكنه لَا يدمج الاحاديث والاخبار بَعْضهَا فِي بعض، بل يحْتَفظ لكل نقل بطابعه ومكانه، وَكَثِيرًا مَا يعوزه التَّرْتِيب فِي النَّقْل، فَلَا ينسق الاخبار الَّتِي ينقلها حَتَّى تكون وحدة منسجمة فأحيانا يبْدَأ بالْخبر المطول، ثمَّ يذكر بعده أَخْبَارًا تحتوى على جَانب من هَذَا الْخَبَر أَو تكرره۔[37]

ترجمہ: "علامہ ابن کثیر جو موضوع لیتے ہیں تو وہ اس سب مواد کو جمع کرنے کی خواہش کرتے ہیں جو اس موضوع کے متعلق تحریر کیا جا چکا ہے۔ لیکن وہ احادیث واخبار کو آپس میں خلط ملط نہیں کرتے بلکہ وہ ہر روایت کو موقع محل پر رکھتے ہیں۔ بسا اوقات (روایات واخبار) کی نقل میں ترتیب انہیں مشکل میں ڈال دیتی ہے تو پھر وہ ان اخبار کو جنہیں وہ نقل کرتے ہیں ان میں ترتیب کو اس طرح ملحوظ نہیں رکھتے کہ وہ مرتب وحدت میں ہو جائے۔ چنانچہ کبھی تو وہ ایک طویل خبر سے آغاز کرتے ہیں پھر اس کے بعد ایسی خبروں کو بیان کرتے ہیں جو اس طویل خبر کے جوانب واطراف پر مشتمل ہوتی ہیں یا اس (خبر) میں تکرار پیدا کر دیتی ہیں۔"

اسی طرح جب وہ اپنی کتاب "السیرۃ النبویہ" کو متعدد ابواب، متنوع ضمنی فصول اور لاتعداد ذیلی عنوانات کے تحت مرتب کرتے ہیں اور سابق سیرت اور تاریخ وحدیث کی کتابوں کے ابواب سیرت کی تقلید اور قدیم طریقے کے مطابق ہجرت کے بعد واقعات کو سن وار ترتیب دیتے ہیں تو بعض اوقات ان کی "سیرت" میں تکرار نظر آتا ہے[38] ۔اس سلسلے میں وہ ذاتی طبع کے علاوہ اپنے زمانے کے رائج اسلوب سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔

10. وسیع معلومات کو یکجا کرنا

علامہ ابن کثیر نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں سیرت نبوی مرتب کر کے اس موضوع پر تصنیف کا منفرد طریقہ اختیار کیا جو متاثرین کے لیے مشعل راہ بنا۔ آپ نے سیرت طیبہ کے بارے میں ہر اس روایت کو اکھٹا کیا جو اس میدان میں ممکن تھی۔ قاری اس کتاب کے مطالعے سے نہ صرف احادیث نبوی کے وافر ذخیرے سے مستفیض ہوتا ہے بلکہ اسے سیرت طیبہ کی وسیع اور مستند معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

11. نایاب کتب سے استفادہ

"السیرۃ النبویہ" کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن کثیر نے سیرت کو مرتب کرتے ہوئے بعض اہم اور نایاب کتب کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ مثلا: مغازی ابن عائذ الدمشقی، اور مغازی الاموی وغیرہ۔ یہ بات علمی تجسس کے لحاظ سے علامہ ابن کثیر کو دیگر سیرت نگاروں سے ممتاز ظاہر کرتی ہے۔

12. زمانہ جاہلیت کی روایات اور عجیب وغریب حکایات کا بیان

علامہ ابن کثیر کے دور میں موضوع اور خرافات پر مبنی روایات کو بیان کرنے کا خوب رواج تھا۔ علامہ ابن کثیر بھی اپنے زمانے کے طرز وتحریر سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے سیرت نبویہ میں زمانہ جاہلیت کی بعض ایسی روایات بیان کی ہیں جن کی عقلی اور نقلی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مثلا:

- علامہ ابن کثیر علامہ واقدی کے حوالہ سے حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت تحریر کرتے ہیں کہ:

وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ: خَرَجْنَا فِي عِيرٍ إِلَى الشَّامِ، قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كُنَّا بِأَفْوَاهِ الشَّامِ، وَبِهَا كَاهِنَةٌ، فَتَعَرَّضَتْنَا، فَقَالَتْ: أَتَانِي صَاحِبِي فَوَقَفَ عَلَى بَابِي، فَقُلْتُ: أَلَا تَدْخُلُ؟ فَقَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَى ذَلِكَ، خَرَجَ أَحْمَدُ وَجَاءَ أَمْرٌ لَا يُطَاقُتُمَّ انْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ إِلَى مَكَّةَ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ بِمَكَّة يَدْعُو إِلَى الله عزوجل۔[39]

ترجمہ:"رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہم ایک قافلے میں شام کی طرف روانہ ہوئے۔جب ہم شام کی سرحد پر پہنچے وہاں ایک کاہنہ رہتی تھی وہ ہمارے سامنے آئی اور اس نے کہا کہ میرا دوست میرے پاس آیا اور وہ میرے دروازے پر کھڑا ہو گیا میں نے اس سے کہا کیا تو اندر نہیں آئے گا؟ تو اس نے کہا کہ اس کا کوئی راستہ نہیں ہے احمد ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔اور ایسا حکم آ گیا ہے جس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔پھر میں واپس آ گیا اور مکہ کی طرف لوٹ آیا تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتے ہوئے مکہ میں ظہور پذیر ہیں۔"

- علامہ ابن کثیر دوسری روایت علامہ ابو نعیم اصبہانی کے حوالہ سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں:

وَرَوَى الْحَافِظُ أَبُو نُعَيْمٍ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ خَبَرٍ كَانَ بِالْمَدِينَةِ بِمَبْعَثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ امْرَأَةً بِالْمَدِينَةِ كَانَ لَهَا تَابِعٌ مِنَ الْجِنِّ، فَجَاءَ فِي صُورَةِ طَائِرٍ أَبْيَضَ فَوَقَعَ عَلَى حَائِطٍ لَهُمْ، فَقَالَتْ لَهُ: لِمَ لَا تَنْزِلُ إِلَيْنَا فَتُحَدِّثَنَا وَنُحَدِّثَكَ، وَتُخْبِرَنَا وَنُخْبِرَكَ؟ فَقَالَ لَهَا: إِنَّهُ قَدْ بُعِثَ نَبِيٌّ بِمَكَّةَ حَرَّمَ الزِّنَا وَمَنَعَ مِنَّا الْقَرَارَ.[40]

ترجمہ:"مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر سب سے پہلے مدینہ کی ایک عورت نے دی جس کے تابع ایک جن تھا۔وہ اس کے پاس سفید پرندے کی صورت میں آیا اور انکی دیوار پر بیٹھ گیا پس اس عورت نے اس سے کہا کہ تو ہماری طرف کیوں نہیں اترتا تاکہ تو ہم سے باتیں کرے اور ہم تجھ سے باتیں کریں۔اور تو ہمیں کوئی خبر دے اور ہم تجھ کو کوئی خبر بتائیں۔چنانچہ اس پرندے(جن) نے اس عورت سے کہا کہ یقینا مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہو چکا ہے۔اس نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور اب ہمارے یہاں ٹھہرنے کو منع کر دیا گیا ہے۔"

- علامہ ابن کثیر نے ایک اور روایت ابو نعیم کے حوالہ سے بیان کی ہے:

وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْهُذَلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَاعِدَةَ الْهُذَلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ صَنَمِنَا سُوَاعٍ، وَقَدْ جَلَبْنَا إِلَيْهِ غَنَمًا لَنَا مِائَتَيْ شَاةٍ

قَدْ أَصَابَهَا جَرَبٌ، فَأَدْنَيْنَاهَا مِنْهُ لِنَطْلُبَ بَرَكَتَهُ، فَسَمِعْتُ مُنَادِيًا مِنْ جَوْفِ الصَّنَمِ يُنَادِي: قَدْ ذَهَبَ كَيْدُ الْجِنِّ وَرُمِينَا بِالشُّهُبِ، لِنَبِيٍّ اسْمُهُ أَحْمَدُ.[41]

ترجمہ :"حاتم بن اسماعیل روایت کرتے ہیں کہ ہم سواع بت کے پاس خارش زدہ دوسو بکریاں لے کر حاضر ہوئے۔ ہم نے بکریوں کا یہ ریوڑ برکت کے لیے بت کے قریب کیا تو بت کے پیٹ سے آواز آئی: جنات کے ہتھکنڈے ختم ہو گئے ہیں اور ان پر ستاروں سے شعلے برستے ہیں اس نبی امی کی وجہ سے جس کا نام احمد ہے۔"

علامہ ابن کثیر نے اس قسم کی کئی روایات نقل ہیں اور بعض مقامات پر ان روایات کو بڑے تحقیقی دلائل کے ساتھ مسترد بھی کیا ہے۔ خود علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب کے شروع میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ وہ اپنی کتاب میں اسرائیلیات اور بے بنیاد واقعات تحریر کرنے سے احتراز کریں گے [42]۔ لیکن پھر اپنی اس بات پر مکمل طور پر کاربند نہ رہ سکے اور بعض عجائبات اور غیر معتبر روایات کو اس میں شامل کر لیا۔ اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ علامہ ابن کثیر کے دور میں جو اسلوب رائج تھا اس میں عجائبات ،غرائب اور سابقین کی تقلید جیسا رنگ غالب تھا جس کی وجہ سے "السیرۃ النبویہ" پر بھی اس قسم کی روایات کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔

بہر حال اس سقم کے باوجود ہم علامہ ابن کثیر کی اس قابل قدر کاوش کے معترف ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کے بارے میں نہ صرف جمیع روایات کا احاطہ کیا ہے بلکہ ہر روایت کی تخریج کی ہے اور اس کی سند کا اہتمام والتزام کیا ہے۔ نیز سیرت نبویہ کی اکثر روایات پر نقد و جرح کی ہے اور ان کے معیار صحت و ضعف کو مترشح کیا ہے۔ ان کے منہج کی اس امتیازی خصوصیت کا رنگ ان کی سیرت میں غالب نظر آتا ہے جس کی بدولت یہ کتاب دیگر تصانیف سیرت میں اہم مقام رکھتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] الداؤدی،.شمس الدين محمد بن على، طبقات المفسرين،دار الكتب العلمية، بيروت، 1403ھ-1983ء، 11/1۔/
ابن حجر عسقلانی، شہاب الدين ابو الفضل احمد بن على، الدرر الكامنة فى اعيان المائة الثامنة، دار الكتب الحديثية، قاہرہ،1385ھ-1966ء۔، 399/1،

[2] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، البدايه والنهايه، دار الريان للتراث،1408ھ-1988ء، 31/14

[3] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، تحفة الطالب بمعرفة احاديث مختصر ابن الحاجب، تحقيق: عبد الغنى بن حميد بن محمود الكبيسيى، دار ابن حزم ،بيروت ،1416ھ، ص:22

[4] ابن العماد الحنبلى، ابو الفلاح عبد الحيى (م1089ھ)، شذرات الذهب فى اخبار من ذهب، منشورات دار الآفاق الجديدة، بيروت، 231/6

[5] الذهبى، ابو عبد الله محمد بن احمد شمس الدين (م748ھ)، تذكرة الحفاظ، مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن،الهند،1377ھ-1987ء، 150/4

[6] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، تحفة الطالب بمعرفة احاديث مختصر ابن الحاجب، ص:23

[7] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، البدايه والنهايه، 192/14

[8] ابن حجر العسقلاني، الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، 445/1۔

[9] مصطفى عبد الواحد، مقدمه السيرة النبوية لابن كثير، دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان، 1395 ھ- 1976 م، 8/1۔

[10] *البتہ بعض موضوع اور ضعیف روایات کو بلا نقد و تبصرہ "السیرۃ النبویۃ" میں درج کرنے پر علامہ ابن کثیر نے تساہل اور تسامح سے کام لیا ہے ۔مثلا:شاہ ایران کا محل لرز جانے کا واقعہ ("السیرۃ النبویۃ،1/206)رسول اللہ ﷺ کا چاند سے ہمکلام ہونا ("السیرۃ النبویۃ"1/211)کاہنوں کی پیشن گوئیاں اور جنوں اور بتوں کی غیبی آوازوں والی روایات("السیرۃ النبویۃ"1/341-384۔)*

[11] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى: 774ھ)، السيرة النبوية، تحقيق: مصطفى عبد الواحد، دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت، لبنان، 1395 ھ- 1976 م، 416/4۔

[12] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 423/4۔

[13] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 271/1۔

[14] سورة الانشقاق:3۔

[15] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 272/1۔

[16] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 436/1۔

[17] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 436/1۔

[18] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 183/1۔

[19] سورة الانعام :124۔

[20] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 127/1۔

[21] سورة آل عمران:96-97۔

[22] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 226/2۔

[23] سورة الاسراء :80۔

[24] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 357/2-358۔

[25] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 486/1-491۔

[26] مثلا:ابو نعیم الاصبہانی نے ہجرت حبشہ کی کئی روایات بیان کی ہیں (دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی،ص:196-207، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، الہند،1399ھ۔)لیکن ابن کثیر نے ابو نعیم کے حوالہ سے اس واقعہ کو ایک ہی سیاق میں بیان کیا ہے حالانکہ اس سیاق میں ابو نعیم کی کوئی بھی روایت مکمل طور پر نہیں پائی جاتی اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن کثیر نے ابو نعیم کی تمام روایات کی روشنی میں ان کی روایات کو نقل کرنے کے بجائے یہاں ہجرت حبشہ کے واقعہ کا خلاصہ پیش کیا ہے۔(السیرۃ النبویہ، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشي الدمشقي،2/11-13۔)

[27] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 185/1۔

[28] الطبري، أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، (المتوفى: 310هـ)، تاريخ الطبري (تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري)، دار التراث - بيروت، 1387 هـ، 252/2،

[29] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 154/1۔

[30] ابن هشام، أبو محمد عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري (المتوفى: 213هـ)، السيرة النبويه، تحقيق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري وعبد الحفيظ الشلبي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، 1375هـ - 1955 م، 225/1۔

[31] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 207/1۔

[32] قاضي عياض، أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (المتوفى: 544هـ)، الشفا بتعريف حقوق المصطفى، دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع، 1409 هـ - 1988 ء، 366/1 ،

[33] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 497/1۔

[34] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 497/1-498۔

[35] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 342/3۔

[36] سورة البقرة :196۔

[37] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 14/1-15۔

[38] مثلا دیکھئے: قصہ عمرو بن مرۃ الجہنی ۔(السيرة النبويه،314/1-316-375-378) اسی طرح خبر سطیح الکاہن (السيرة النبويه،381/1-384-219-221) اسی طرح خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کے اسلام لانے کا تذکرہ (السيرة النبويه،270/3-273-446-453) ۔

[39] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 352/1-353۔

[40] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 353/1۔

[41] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، السيرة النبويه، 373/1۔

[42] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، مقدمة السيرة النبويه، 6/1۔